برصغیر (پاک و ہند) کی چند مذہبی، دینی و علمی اور ادبی و سیاسی شخصیات

مولانا محمد اسحاق بھٹیؒ کی نظر میں

عبدالرشید عراقی

گفتار اول

اسلام نے کسی شخص کی عظمت کا دارومدار اس کے علمی و عملی کمالات اللہ تعالیٰ سے اس کے تعلق اور اس کی دینی خدمات پر رکھا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا؛

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

''تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم سب سے زیادہ متقی ہو''

مولانا محمد اسحاق بھٹی 22 دسمبر 2015ء کو 91 برس کی عمر میں لاہور میں انتقال کر گئے۔ اور ان کی تدفین ضلع فیصل آباد چک 53 گ ب (منصور پور) میں ہوئی

انا للہ و انا الیہ راجعون

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لے ساقی

کل من علیھا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام

''خدا کے قانون کو غور سے سنو) جتنی مخلوق اس زمین پر ہے۔ سب فنا ہو جائے گی اور تمہارے پروردگار کی ذات باجلال و باعزت باقی رہے گی'' (الرحمان)

جو شخص بھی اس دنیا میں آیا ہے۔ اس نے ایک دن یہاں سے جانا ہے۔ سب کو فنا ہے اور بقائے دوام اس پاک ذات کو ہے۔ جو زمین و آسمان کا مالک و خالق ہے ہمارے بزرگ و اکابر ایک ایک کر کے اس دنیا سے جا رہے ہیں۔

مولانا عبدالحمید ازہرؒ، مولانا محمد اسحاق بھٹیؒ

اور جاتے ہوئے بزبان حال یہ فرمارہے ہیں کہ ۔

یہ سرائے دہر مسافر و بخدا کسی کا مکاں نہیں
جو یہاں مقیم تھے کل کے دن آج ان کا نشاں نہیں
یہ سرائے دھر قیام ہے یہ رواں رومی کا مقام ہے
جسے یہ خیال ہے خام ہے جو ثبات چاہو تو یاں نہیں
یہ مراسم موسم گل کہاں کرے کوئی کیا گلہ خزاں
یہ ستم ہے گردش آسماں بچے اس سے پیر و جواں نہیں
یہ ہر ایک قبر پہ بے کسی بزبان حال ہے کہہ رہی
تمہیں آنکھ چاہئے غافلو! مجھے احتیاج بیاں نہیں
جو مثال طوطے خوش بیاں دم گفتگو تھے گہرفشاں
وہ پڑے ہیں ایسے خوش یاں کہ دہن میں گویا زباں نہیں
وہ جہانِ خلیل ہے بے بقا نہیں یاں بھروسہ حیات کا
وہ ہے کون باغ جہاں میں گل چلی نہیں جس پہ بادخزاں نہیں

پروفیسر رشید احمد صدیقی مرحوم لکھتے ہیں کہ؛

''موت سے کسی کو مفر نہیں'' لیکن جو لوگ ملی مقاصد کی تائید وحصول میں تادم آخر کام کرتے رہتے ہیں وہ کتنی ہی طویل عمر کیوں نہ پائیں۔ ان کی وفات قبل از وقت اور تکلیف دہ محسوس ہوتی ہے''۔ (گنجہائے گرانمایہ)

مولانا محمد اسحاق بھٹیؒ پر یہ جملہ مکمل طور پر صادق آتا ہے۔ بھٹی صاحب نے اپنی زندگی دین اسلام کی خدمت' قرآن وحدیث کی اشاعت ونصرت اور مسلک اہلحدیث کی اشاعت تائید و حمایت اور نصرت ومدافعت اور حفاظت میں وقف کردی تھی۔

بھٹی صاحب کی وفات سے جماعت اہلحدیث کو جو عظیم نقصان ہوا ہے اس کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ایک قیمتی متاع تھے اور روشن چراغ تھے جو گل ہو گیا' اور ان کی وفات سے جماعت اہلحدیث کو ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی نے جن علمائے کرام سے تعلیم حاصل کی تھی وہ اپنے دور کے جلیل القدر عالم دین اور انکا شمار اہل اللہ میں ہوتا تھا۔ بھٹی صاحب ان کے علمی و عملی کمالات سے بہرہ اندوز ہوئے تھے' بھٹی صاحب ان اسلاف کرام کے خلف صالح تھے۔

اور وہ حضرات یہ تھے۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ مولانا محمد علی لکھویؒ مولانا حافظ محمد گوندلوی' مولانا محمد اسماعیل سلفی' مولانا سید محمد داؤد غزنوی' مولانا محمد حنیف ندوی رحمهم الله اجمعين

مولانا محمد اسحاق بھٹی اس دور قحط الرجال میں جماعت اہلحدیث اور تمام مسلمانوں کے لئے ڈھارس تھے۔ ان جیسی نادرہ روزگار ہستیاں ہمیشہ پیدا نہیں ہوتیں جو ہمہ وقت دین اسلام کی خدمت اور مسلک اہلحدیث کی اشاعت و مدافعت میں دیوانہ وار مصروف ہو۔

اب نہ آئے گا نظر ایسا کمال فن
گو بہت آئیں گے دنیا میں رجال علم و فن

میں مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ ایک سیدھے سادے مہذب و معقول انسان تھے۔ ان کی شخصیت ایک بڑی پر جہت' جامع الکمال والصفات شخصیت تھی۔ جس میں سادگی پرکاری کا ایک عجیب امتزاج دیکھا جاسکتا تھا۔

از شمار نظر زیک تن کم
وزحسابِ خرد ہزاراں بیش

مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ واقعتاً اپنی ذات میں ایک انجمن تھے' ادارہ تھے' اکیڈمی تھے' خداداد ذہانت اور اعلیٰ صلاحیت کے مالک تھے۔

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشان کبھی

بھٹی صاحب نے علمی' ادبی' مذہبی و ملی اور مسلک اہل حدیث کی اشاعت میں جو خدمات انجام دی ہیں اور جس کو تاریخ کبھی فراموش نہ کر سکے گی۔ ایسی ہی نادر روزگار شخصیات کے بارے میں علامہ اقبال نے فرمایا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

بھٹی صاحب کی شخصیت جامع صفات تھی وہ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے ان کی جن خوبیوں نے مجھے خاص طور پر متاثر کیا وہ ان کی شرافت، وسعت قلبی، معاملہ فہمی، دور بینی، صلح پسندی، وضعداری، رواداری، ذوق مطالعہ، دوستوں سے محبت، ہر ملاقاتی سے بڑی محبت اور خوش اخلاقی سے ملنا اور مہمان نوازی، خاص طور پر شامل ہیں۔ وہ صحیح معنوں میں امیر مینائی کے اس تصوراتی شعر کی صحیح معنوں میں عملی تصویر تھے۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

ہر انسان مرد، عورت، بچہ، بوڑھا، جانور، حیوانات سب نے موت کا مزہ چکھنا ہے، لیکن بعض موتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے متعلق چند دن لوگ غم کا اظہار کرتے ہیں اور پھر بھول جاتے ہیں، مگر بعض موتیں ایسی ہوتی ہیں جو پورے عالم کو سوگوار بنا دیتی ہیں اور ایسی موتیں ہمیشہ تاریخ کے اوراق میں اہل علم کے لئے ایک مستقل سانحہ بن جاتی ہیں ایسی ہی موت کے بارے میں کہا گیا ہے۔

موت العالم موت العالم

حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ کی موت تمام عالم کی موت ہے۔ وہ بیک وقت ایک عالم دین مبلغ، خطیب مقرر، مؤرخ، محقق، مصنف، صحافی، دانشور، نقاد اور مفکر تھے اور اس کے علاوہ مرد مومن تھے۔ وہ علامہ اقبال کے ان دو شعروں کے مصداق تھے۔

اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دلفریب اس کی نگہ دل نواز
نرم دم گفتگو گرم دم جستجو
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاک باز

بلا شبہ بھٹی صاحب ایک وسیع النظر عالم اور صاحب مفکر و بصیرت اور جلیل القدر مصنف

وصحافی تھے اور اپنی ان خصوصیات اور اوصاف وکمالات کی بنا پر معاصرین میں ایک نمایاں اور ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ بھٹی صاحب سے میرا تعلق 1955ء سے تھا جب تک راقم لاہور میں بسلسلہ ملازمت مقیم رہا۔ ان سے دو چار روز بعد ملاقات ہو جاتی تھی لیکن جب راقم نے لاہور چھوڑا تو ہماری ملاقات بذریعہ خطوط ہوتی تھی۔ راقم نے یہاں تک ان کی زندگی کے بارے میں اپنے اندر ایک عندیہ قائم کیا ہے''اور وہ یہ ہے کہ''

آپ کی پوری زندگی زہد' قناعت' سادگی' خلوص' وفا' ایثار' شرافت' ذکاوت' ہمدردی' محبت' مروت' اور قربانی کی جیتی جاگتی تصویر تھی آپ نے پوری زندگی اپنے قول وفعل سے کسی بڑے چھوٹے اور واقف اور ناواقف شخص کی دل آزاری گوارا نہیں فرمائی''۔

بھٹی صاحب سیاست حاضرہ سے پوری طرح باخبر رہے سیاست میں آپ کا نقطہ نظر ٹھیک وہی تھا' جس کا اظہار حکیم الامت علامہ اقبال نے اپنے اس مشہور شعر کے اندر کیا ہے۔

جلالی بادشاہی ہو کہ جمہوری سیاست ہو
جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

مولانا محمد اسحاق بھٹی کو اپنے مسلک اہلحدیث سے بہت محبت تھی۔ وہ اپنے مسلک اہلحدیث کے خلاف کسی قسم کی تنقید سننا گوارا نہیں کرتے تھے اور معمولی سی مداہنت بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ دوران گفتگو حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ''

مسلک اہل حدیث اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جب بھی کوئی مضمون یا رسالہ وکتاب شائع ہوتی ہے تو اس کا جواب دینے کے لیے سب سے پہلے جو عالم دین میدان عمل میں اترتے ہیں وہ شیخ الاسلام' فاتح قادیان' شیر پنجاب' سردار اہلحدیث' حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ تھے ان کے بعد یہ ڈیوٹی شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی نے انجام دی اب یہ ڈیوٹی حافظ عبدالقادر روپڑی اور فقیر عطاء اللہ حنیف انجام دے رہا ہے۔

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہم دونوں کے بعد کون شخص ہوگا جو فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت ومدافعت فرمائے گا''۔

مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ نے نام نہیں لیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ ڈیوٹی حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ کے سپرد کر دی۔ بھٹی صاحب نے اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت' نصرت اور مدافعت میں سرگرم عمل رہے اور اس کا ثبوت ہفت روزہ الاعتصام لاہور اور سہ روزہ منہاج لاہور سے مل سکتا ہے۔

بھٹی صاحب سے ایک ملاقات کے موقع پر دوران گفتگو میں نے عرض کیا کہ جو لوگ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہیں تنقید کرتے ہیں اور کئی قسم کے بے جا اعتراض کرتے ہیں کوئی کہتا ہے فلاں حدیث ہے مگر عقل تسلیم نہیں کرتی اور قرآن مجید کے خلاف نظر آتی ہے قرآن مجید حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صدیق نبی کہا گیا ہے اور حدیث بتاتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین جھوٹ بولے۔ کوئی کہتا ہے کہ حدیث تاریخ ہے' ان سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

بھٹی صاحب نے میری گذارشات سن کر فرمایا

عراقی صاحب کیا کیا جائے کہ یہ لوگ ایک طرف کلمہ طیبہ بھی پڑھتے ہیں' نمازیں بھی پڑھتے ہیں' روزے بھی رکھتے ہیں لیکن حدیث کے بارے میں بڑے برے خیالات کے حامل ہیں اللہ ان کو ہدایت نصیب فرمائے۔

عراقی صاحب جب میں کسی رسالہ یا کتاب میں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تنقیدی مضمون دیکھتا ہوں تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہوں کہ

''ان لوگوں کو اللہ کا خوف نہیں آتا کہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور ببانگ دہل پکارتے ہیں کہ

ہم حدیث کو حجت تسلیم نہیں کرتے۔ ضروری نہیں کہ یہ حدیث کو تسلیم کر لیا جائے جو بات عقل تسلیم کرے اس پر عمل کرو جس کو عقل تسلیم نہ کرے اس طرف توجہ نہ کرو' میں جب کسی رسالہ یا کتاب میں حدیث پر تنقیدی مضمون پڑھتا ہوں تو اس کا جواب دینے کے لئے میدان عمل

میں اترتا ہوں اور خدا کے فضل و کرم اور اس کی مدد کے ساتھ معترض کے اعتراضات کا دلائل سے جواب دیتا ہوں آپ الاعتصام پڑھتے ہیں میری یہی کوشش ہوتی ہے کہ جواب دلائل سے دیا جائے تا کہ معترض کو آئندہ اعتراض کا موقع نہ ملے۔

راقم نے عرض کیا کہ

''مولانا سید مودودی نے جو برکت علی محمڈن ہال میں تقریر کی تھی۔

اس کا پس منظر کیا تھا۔؟''

بھٹی صاحب نے فرمایا

''عراقی صاحب''

مولانا سید مودودیؒ نے 26 اگست 1971ء کو جماعت اسلامی بنائی تھی اور فقیر اسحاق بھٹی اس اجلاس میں استاد محترم مولانا عطاء اللہ رحمہ اللہ کے ہمراہ شریک ہوا تھا۔ (آج اس اجلاس میں شریک ہونے والوں میں اس فقیر کے سوا اور کوئی نہیں)

بھٹی صاحب نے فرمایا

1953ء میں مرزائیوں کے خلاف جو تحریک شروع ہوئی اس میں بہت سے لوگ گرفتار ہوئے اور گرفتار ہونے والوں میں مولانا سید مودودی بھی تھے۔ 1955ء اپریل یا مئی کا مہینہ تھا کہ مولانا مودودی کو رہا کر دیا گیا۔ 15 مئی 1966ء کو مولانا مودودی نے حجیت حدیث پر تقریر کی۔ دن کے دس بجے تقریر کا وقت تھا۔ میں جب تقریر سننے کے لئے برکت علی ہال پہنچا' تو سامنے ملک نصر اللہ خاں عزیز جوان دنوں روزنامہ تسنیم کے ایڈیٹر تھے' صحن میں کھڑے تھے۔ میں ان کے ساتھ السلام علیکم کہہ کر کھڑا ہو گیا۔ مولانا مودودی تقریر کر رہے تھے اور ان کی تقریر صاف سنائی دے رہی تھی چند منٹ بعد مولانا مودودی نے فرمایا'' وہ کوئی شریف آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حدیث کا جو مجموعہ ہم تک پہنچا ہے وہ قطعی طور سے صحیح ہے مثلاً بخاری جس کے بارے میں اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے حدیث میں کوئی بڑے سے بڑا غلو کرنے والا بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں جو 6-7 ہزار احادیث درج ہیں وہ ساری کی ساری صحیح ہیں۔

عراقی صاحب میں نے ملک نصر اللہ خاں عزیز سے کہا کہ ''آپ نے مولانا کے الفاظ سنے ہیں کیا کہہ رہے ہیں'' انہوں نے میری بات کا جواب نہ دیا۔ ملک نصر اللہ خاں عزیز روز نامہ تسنیم کے علاوہ ہفت روزہ ''ایشیا'' کے بھی ایڈیٹر تھے اور یہ دونوں جماعت اسلامی کے ترجمان تھے۔

میں نے ملک صاحب سے کہا کہ

''صحیح بخاری کے بارے میں مولانا کے الفاظ سنے ہیں انہوں نے سخت غلطی کی ہے۔ آپ نے یہ تقریر کل روزنامہ تسنیم میں شائع کرنی ہے تقریر کے یہ الفاظ شائع نہیں ہونے چاہئیں۔''

عراقی صاحب

دوسرے دن تسنیم دیکھا' تو اس میں یہ الفاظ نہیں تھے۔ اس کے بعد مجھے بے شمار خطوط موصول ہوئے۔ ان تمام خطوط کا خلاصہ یہ تھا کہ صحیح بخاری کے بارے میں اہل سنت کا نقطہ نظر کیا ہے۔

میں نے تمام مراسلات الاعتصام میں شائع کر دیئے اور صحیح بخاری کے بارے میں علمائے اہلسنت کا جو نقطہ نظر ہے اس کو الاعتصام میں شائع کیا۔

عراقی صاحب اس بحث نے کافی طول پکڑا' اخبارات و رسائل بعض اخبارات نے ہماری شدید مخالفت کی اور بعض اخبارات نے اس بحث کو ختم کر دینے کی اپیل کی ان میں حمید نظامی مرحوم ایڈیٹر روزنامہ نوائے وقت سرفہرست تھے۔

اس بحث کی تفصیلات الاعتصام' ایشیا' المنبر' چراغ راہ' امروز' نوائے وقت' نوائے پاکستان اور بعض ہندوستانی اخبارات و رسائل و جرائد میں موجود ہے۔

عراقی صاحب یہ بحث کافی طویل ہے۔

جماعت اسلامی نے مولانا احمد علی رحمہ اللہ اور مولانا مرتضیٰ احمد میکش کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا۔ علمی و سیاسی حلقوں نے جماعت اسلامی کے اس اقدام کو پسند نہیں کیا اور برہمی کا اظہار کیا۔ ارکان جماعت اسلامی کو مقدمہ واپس لینے کا کہا گیا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ ہاں مولانا مودودی اور بعض ارکان جماعت اسلامی نے یہ تجویز دی کہ

''معاملہ کسی ثالث کے سپرد کر دیا جائے اور ثالث کا فیصلہ تسلیم کیا جائے۔''

عراقی صاحب جماعت اسلامی کی تجویز پر مولانا محمد علی قصوری (ایم اے کینٹ) کو ثالث مقرر کیا گیا دونوں جماعتوں (جمعیت اہل حدیث اور جماعت اسلامی کی طرف سے حسب ذیل ارکان نے شمولیت کی)

جمعیت اہلحدیث	جماعت اسلامی	مولانا احمد علی
مولانا سید محمد داؤد غزنوی	مولانا سید مودودی	خود مولانا احمد علی
مولانا عطاء اللہ حنیف	میاں طفیل محمد	مولانا مرتضیٰ احمد میکش
مولانا محی الدین احمد قصوری	ملک نصر اللہ عزیز	چوہدری عبدالرحیم
محمد اسحاق بھٹی		

عراقی صاحب

مولانا محمد علی قصوری نے اپنی کوٹھی (21 ٹمپل روڈ) پر میٹنگ بلائی' کافی دیر تک میٹنگ جاری رہی آخر یہ فیصلہ ہوا اور فیصلہ کی تحریر یہ تھی کہ

مولانا احمد علی اور مولانا مرتضیٰ کے خلاف عدالت میں جو مقدمہ ہے وہ بیان دے کر واپس لیا جائے اور یہ کہہ کر کہ فیصلہ ثالثی کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا ہے۔''

عراقی صاحب

مقدمہ واپس لینے میں جماعت اسلامی نے تاخیر کی یہ ایک لمبی کہانی ہے۔

بھٹی صاحب نے 91 برس کی عمر پائی اور اس پیرانہ سالی میں لکھنے پڑھنے کا سلسلہ جاری رکھا وہ دین اسلام اور مسلک اہلحدیث کی اشاعت و خدمت کے لئے جوانوں سے زیادہ عزم و ہمت رکھتے تھے۔ بھٹی صاحب کی خدمات کا احاطہ کرنا آسان نہیں۔ ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ لیکن موت قدرت کا ایسا اٹل قانون ہے جہاں عقل و خرد' فہم و فراست کی تمام تدبیریں ناکام ہو جاتی ہیں۔ بقول شاعر مشرق۔

جس نے سورج کی تمام شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی بھر شب تاریک سحر کر نہ سکا

بھٹی صاحب خداداد ذہانت اور اعلیٰ صلاحیت کے مالک تھے۔

اعلیٰ ترین مصنف تھے' ان کی تحریروں میں بلا کی شگفتگی تھی اور ان کی تحریریں حشو وزوائد سے پاک ہوتی تھیں۔ علم وحلم کا پیکر تھے' وہ صحیح معنوں میں تحریر کے شہسوار تھے۔ بڑے زندہ دل انسان تھے اللہ تعالیٰ نے قوت حافظہ کی نعمت سے نوازا تھا۔ بہت پرانے واقعات یاد تھے بڑے عمدہ الفاظ میں سناتے تھے اور کئی علمائے کرام کے بارے میں دلچسپ باتیں سنایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک ملاقات کے دوران راقم سے بیان کیا اور فرمایا؛

''عراقی صاحب مولانا ابو یحییٰ امام خاں نوشہرویؒ آپ کے عزیز تھے۔ چار پانچ روز الاعتصام کے دفتر میں تشریف لاتے فقیر چائے پلاتا۔ بڑے خوش ہوتے اور فرماتے۔ ''مولوی اسحاق یہ میرے دوسو روپے اپنے پاس امانت رکھیں تھوڑے تھوڑے واپس لوں گا' اپنے بیٹے عبدالباقی کو چٹ دے کر بھیجا کروں گا اور چٹ پر لکھی ہوئی رقم آپ کو دینا ہوگی۔''

میں کہتا '' حضرت اس کا حساب خود رکھیں جو چٹ پر لکھا ہوگا' دے دیا کروں گا''۔

جواب میں فرماتے مولوی اسحاق

''یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا۔ مجھے جتنے پیسوں کی ضرورت ہوگی وہ آپ سے طلب کروں گا 'حساب آپ رکھیں اور مجھے یہ چٹ بھیجیں کہ اب آپ کی رقم اتنی باقی رہ گئی ہے۔ عراقی صاحب وہ بڑے زندہ دل تھے۔ علوم اسلامیہ پر کافی دسترس حاصل تھی شعر وسخن سے بھی دلچسپی تھی اور تاریخ اسلامی پہ کافی عبور تھا اللہ مغفرت فرمائے۔''

مولانا ابوبکر محمد رمضان سلفی حفظہ اللہ (فیصل آباد) سے بھٹی صاحب کی گہری دوستی تھی۔ سلفی صاحب مرحوم بھٹی صاحب کو اپنا مرشد بتاتے ہیں۔

سلفی صاحب نے انہیں ذہبی وقت لکھا کرتے ہیں اور یہ خطاب انہیں علامہ عزیز زبیدی رحمہ اللہ نے دیا تھا۔ مولانا عارف جاوید محمدی حفظہ اللہ نے بھٹی صاحب کو کویت بلایا اور انہیں ان کی خدمات پر شیلڈ بھی دی اور مؤرخ اہلحدیث کے خطاب سے نوازا۔

مرحوم بھٹی صاحب بڑے دور اندیش تھے اور دور اندیشی ان کا طرہ امتیاز تھی' دنیاوی معاملات میں پاک صاف اور ضمیر فروشی سے بیزار رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے۔ بڑی محبت کرنے والے اور عمدہ اوصاف وکمال کے حامل تھے۔

صبر و قرار ہے نہ حواس اور ہوش ہے
اب زندگی میں کوئی حرارت نہ جوش ہے
دنیا سے وہ ''ذہبی وقت'' چلا گیا
ہر شخص جس کے واسطے ماتم بدوش ہے
داغ فراق و صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

مولانا محمد اسحاق بھٹیؒ کے تاثرات؛

مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں علمی و دینی اور مذہبی شخصیات کو دیکھا اور ان سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ان سے گفتگو کا موقع ملا اور کئی حضرات سے استفادہ کیا اور اس کے علاوہ مدت مدید تک صحبت اختیار کی۔ بھٹی صاحب نے جب ان شخصیات کے بارے لکھنا شروع کیا تو ان کے بارے میں بتایا کہ

میں نے ان کو کیسا' پایا ان کے علم کا حدود اربعہ کیا تھا' عوام وخواص سے ان کا رابطہ کیسا تھا' طلباء سے کس طرح پیش آتے تھے' عادات وخصائل میں ان کا مرتبہ مقام کیا تھا۔

بھٹی صاحب نے مختصر الفاظ میں اپنے انداز میں ان کے حالات احاطہ تحریر میں لائے ہیں۔ بھٹی صاحب کا انداز تحریر نرالہ ہے ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری حفظہ اللہ بھٹی صاحب کی تحریر کے بارے میں اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں؛

مکرمی ومحترمی...... السلام علیکم

میں آپ کے مضامین کا دلدادہ ہوں' آپ کے مضامین' معلومات کی فراوانی' مشاہدات کی دلکشی' تاثرات کا حسن' مطالعے کی رنگینی' فکر کی بلندی وپختگی' عقیدے کی محکمی کا الفاظ

اور جملے نہایت موثر اور اسلوب بہت دل آویز ہوتا ہے' آپ اس دور کے بہترین لکھنے والوں میں سے ہیں' زبان کی صحت اور فکر و معنی کے ساتھ ایسے دلنشین اسلوب کی مثالیں کم ہوں گی۔

مطلب یہ ہے کہ آپ طویل سے طویل مضمون میں بھی اس اسلوب کو برقرار رکھ سکتے ہیں اور مختلف شخصیات اور موضوعات میں اسلوب کے تقاضوں کو بااحسن ملحوظ رکھتے ہیں' آپ ادب کے نہایت لطیف ذوق کے مالک ہیں اور آپ کے حسِ مزاح کا تو جواب ہی نہیں' آپ کا وجود گرامی جماعت کے لئے قابل فخر ہے اور ایک بات یہ کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں لیکن اظہار اس لئے نہیں کرتا کہ محبت کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں اور وہ میں ادا نہیں کر سکتا۔

خاکسار

ابوسلمان

4 دسمبر 1994ء

بھٹی صاحب مرحوم و مغفور نے بڑی فراخدلی سے جن شخصیات کا تعارف کرایا ہے کہیں کہیں خاصا طویل ہو گیا اگر وہ تمام کا تمام نقل کیا جائے تو مضمون طویل ہو جائے گا اس لئے مختصراً بھٹی صاحب کے الفاظ من و عن ان کے ارشادات کو نقل کیا جائے گا۔

(1) مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ (م 16 دسمبر 1963)

مولانا ظفر علی خاں م 27 نومبر 1965ء فرماتے ہیں؛

قائم ہے ان سے ملت بیضا کی آبرو
اسلام کا وقار ہیں داؤد غزنوی
رجعت پسند کہنے لگے ان کو دیکھ کر
آیا ہے سومنات میں محمود غزنوی
کلکتہ میں اک اور بھی ہیں ان کے ہم لقب
یہ ہست غزنوی ہیں وہ بود غزنوی

بھٹی صاحب فرماتے ہیں؛

(1) مجھے بہت سے ارباب علم اور صاحب کمال سے ملنے اور ان سے باتیں کرنے اور تھوڑا زیادہ وقت ان کی صحبت میں ورفاقت میں رہنے کے مواقع میسر آئے ہیں لیکن میرا تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ مولانا داؤد غزنوی متعدد معاملات میں بہت سے علماء وزعماء سے فائق تر تھے۔ (نقوش عظمت رفتہ ص 22)

(2) مولانا خالصتاً سلفی المسلک تھے' کتاب وسنت پر سختی سے عامل' اس میں کسی قسم کی مداہنت کے قائل نہ تھے۔ اس کے ساتھ ہی نہایت نرم مزاج اور بردبار (صفحہ 70)

(2) مولانا محمد اسمٰعیل سلفی (م 20 فروری 1968ء)

(1) مولانا اسمٰعیل صاحب کا زیادہ وقت مطالعہ کتب میں صرف ہوتا تھا وہ سفر میں ہوتے یا حضر میں ایک آدھ کتاب ان کے پاس ضرور ہوتی تھی اور وہ مصروف مطالعہ رہتے تھے (نقوش عظمت رفتہ۔ص 170)

(2) مولانا سلفی معلومات کا وسیع ذخیرہ رکھتے تھے۔ تفسیر حدیث' فقہ' ادبیات اور علم کلام وغیرہ پہ انہیں عبور حاصل تھا' اس لئے روانی اور تیزی سے لکھتے تھے۔ عربی' اردو اور فارسی پر انہیں دسترس حاصل تھی۔ (صفحہ 178)

(3) موانا محمد حنیف ندوی (م 13 جولائی 1987ء)

مولانا نہایت شگفتہ مزاج عالم دین تھے اور ہمارے ملک کے طبقہ علماء کے بہت بڑے رکن تھے جو مذہبی اور اسلامی تمام قدیم وجدید تحریکوں میں عمیق نگاہ رکھتے تھے اور ان کے تحلیل و تجزیئے میں انہیں عبور حاصل تھا۔ مسائل مذہبی اور ضروریات زمانہ کو وہ نہایت اچھی طرح سمجھتے تھے اور دونوں کا تقابل کرتے وقت مذہب کے پلڑے کو ہمیشہ بھاری ثابت کرتے تھے۔ ان کی تحریر وتقریر کا ایک ایک جملہ اور کلام وبیان کا ہر ہر لفظ ان کے علم ومطالعہ کی فراوانی کی شہادت دیتا تھا۔ ان کے افکار قلمی کا جو عکس منظر عام پر آچکا ہے وہ ان کی وسعت معلومات اور فضل وکمال کا بین ثبوت ہے۔ (قافلہ حدیث ص 323)

(4) مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (م3 اکتوبر 1987)

مولانا عطاء اللہ صاحب میں ایک خوبی یہ تھی کہ ان میں دنیوی لالچ بالکل نہ تھا' مہمان ان کے ہاں بہت آتے تھیاور وہ اپنی حیثیت کے مطابق ان کی خدمت کرتے تھے۔ان کے دوستوں اور تعلق داروں کا حلقہ بڑاوسیع تھا۔وہ سب سے خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے' روپے پیسے کی حرص سے ان کا ذہن خالی تھا وہ اللہ کے سوا کسی سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتے تھے' ان کی تمام ضرورتیں احسن طریقے سے اللہ تعالیٰ پوری کرتا تھا اور اللہ پر ہی ان کو بھروسا تھا۔(نقوش عظمت رفتہ ص 177' 178)

(5) مولانا ابوالکلام آزاد (م 22 فروری 1958ء)

مولانا ابوالکلام آزاد عبقری شخصیت تھے۔مولانا ظفر علی خاں (م 1956ء) فرماتے ہیں

جہاں اجتہاد میں سلف کی رائے گم ہو گئی
ہے تجھ کو اس میں جستجو تو پوچھ ابو الکلام سے

حسرت موہانی (م 15 مئی 1951ء فرماتے ہیں۔

جب سے دیکھی ابوالکلام کی نثر
نظم حسرت میں کچھ مزا نہ رہا
سب ہو گئے خاموش' بس ایک حسرت
گویا ہیں ابوالکلام آزاد

مولانا محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں؛

مولانا ابوالکلام آزادؒ

(1) تقریر و تحریر میں پورے ہندوستان میں کوئی ان کا حریف نہ تھا۔علم و فضل میں بھی وہ اونچے مقام پر فائز تھے۔سیاسیات میں بھی ان کا مرتبہ بہت بلند تھا۔

(2) مولانا نہایت بلند حوصلہ اور بدرجہ غایت صابر و شاکر تھے۔بے شمار لوگوں نے ان کے خلاف لکھا اور ان پر شدید تنقید بلکہ تنقیص کی مگر انہوں نے کبھی کسی کا جواب نہ دیا۔(صفحہ 56)

(3) مولانا کی حیثیت ہرگز ایک مقامی اور تعلیمی قائد کی نہیں بلکہ ان کا شمار مشرق کے ان مایہ ناز حضرات میں ہوتا ہے جن کے علم وادب اور ثقافت و اخلاق پر پوری دنیائے اسلام ناز کرسکتی ہے۔ یہی وہ گرانقدر شخصیت ہے جن کے شور قلم سے متحدہ ہندوستان میں پہلے پہل بیداری پیدا ہوئی۔(صفحہ 101)

(6) مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری (م 15 مارچ 1948ء)

شیخ الاسلام، مفسر قرآن، محدث دوراں، محقق زماں، فاتح قادیاں، شیر پنجاب، سردار اہلحدیث، زبدۃ العارفین، امام المسلمین اور عالم اسلام کے جلیل القدر رہنما تھے۔

علامہ سید سلیمان ندوی (م 22 نومبر 1953ء) فرماتے ہیں کہ؛

مولانا ہندوستان کے مشاہیر علماء میں سے تھے۔ فن مناظرہ کے امام تھے خوش بیان مقرر تھے۔

اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف جس نے بھی زبان کھولی اور قلم اٹھایا اس کے حملے کو روکنے کے لئے ان کا قلم شمشیر بے بنام ہوتا تھا اور اسی مجاہدانہ خدمت میں انہوں نے عمر بسر کر دی۔فجزاہ اللہ عن الاسلام خیر الجزاء (یادرفتگان ص 369، 370)

بھٹی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ؛۔

(1) مولانا ثناء اللہ امرتسری بہترین مقرر تھے اور بلند پایہ مناظر بھی دینی علوم کے ماہر بھی تھے اور غیر اسلامی ادیان سے باخبر بھی، مصنف بھی تھے اور محقق بھی، مفسر بھی تھے اور ماہر حدیث بھی اصولی بھی تھے، اور عالم فقہ بھی، کلامی بھی تھے اور فلسفی و منطقی بھی، اپنے انداز خاص سے وہ سیاست میں بھی حصہ لیتے تھے اور ملکی مسائل سے بھی گہری دلچسپی رکھتے تھے۔(بزم ارجمنداں، ص 143)

(2) مولانا مرحوم کی زندگی مصروف ترین زندگی تھی، ان کا وقت تحریر وتقریر، تصنیف وتالیف، درس وخطابت اور مناظرات و مدافعت اسلام میں صرف ہوتا تھا۔(صفحہ 163)

(3) مولانا امرتسری انتہائی شائستہ مزاج، شگفتہ کلام، شستہ بیان عالم دین تھے۔ تحریر میں

روانی، تقریر میں تسلسل، بات چیت میں نکھار اور دوسرے کی سخت سے سخت گفتگو سننے کا حوصلہ اور برداشت کرنے کا سلیقہ ان کے وہ اوصاف تھے جو انہیں سب سے ممتاز کرتے تھے۔ (صفحہ 165)

(7) مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی (م 6 نومبر 1959ء)

سوہدرہ اگرچہ بہت پرانا تاریخی قصبہ ہے لیکن اس کی شہرت کا اصل باعث مولانا عبدالمجید چوہدروی ہیں ان کے آباؤ اجداد، علمی وجاہت، مکارم اخلاق، حسن کردار اور تقویٰ شعاری میں پورے علاقے میں مشہور تھے۔ مولانا سوہدروی نے فراغت تعلیم کے بعد تگ ودو کے لئے چار میدان منتخب کئے۔

(1) تدریس (2) تقریر (3) تحریر (4) طبابت

ان چاروں میدانوں میں خوب ترقی کی اور جس میدان میں قدم رکھا، اس میں آگے بڑھنے کی کوشش کی اور اس کوشش میں کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ (بزم ارجمنداں ص 404، 405، 407)

(8) مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م 12 جنوری 1956ء)

مولانا محمد ابراہیم میر ابتداء ہی سے مسلم لیگ سے وابستہ تھے اور دوقومی نظریہ کے حامی تھے۔ کانگرس کے سخت خلاف تھے اور کانگرسی علمائے کرام سے ان کی نہیں بنتی تھی۔ (عراقی)

مولانا محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں کہ:

(1) مولانا سید داؤد غزنوی پنجاب کانگرس کے صدر تھے۔ اتفاق سے مولانا غزنوی نے امرتسر میں ایک تقریر کرنا چاہی تھی، مولانا ثناء اللہ مرحوم یہ تقریر سننا چاہتے تھے۔ اتفاق سے مولانا سیالکوٹی بھی مولانا امرتسری کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے، مولانا امرتسری نے مولانا ابراہیم سے فرمایا:

آیئے مولانا داؤد غزنوی کی تقریر سنیں۔

مولانا سیالکوٹی نے فرمایا:

مولانا داؤد غزنوی کانگرسی ہیں نہ میں ان کے جلسے میں جاؤں گا اور نہ ان کی تقریر سنوں گا۔

مولانا ثناء اللہ نے فرمایا" یہ معاملہ کانگرسی یا غیر کانگرسی کا نہیں ہے جماعت کا ہے ہمیں اپنی جماعت کے جلسے میں جانا چاہئے" لیکن مولانا سیالکوٹی جانے پر آمادہ نہ ہوئے۔ آخر مولانا سیالکوٹی تقریر سننے جلسہ میں چلے گئے اور وہاں پہنچے تو مولانا داؤد غزنوی سے سب سے زیادہ پیار کا اظہار کرنے والے وہی تھے۔ (قافلہ حدیث ص85)

(2) مولانا سیالکوٹی کثیر المطالعہ عالم تھے تفسیر وحدیث، فقہ واصول، تاریخ وتذکرہ، فلسفہ ومنطق اور تقابل ادیان وغیرہ علوم سے متعلق ان کی معلومات کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ اسلام اور احکام اسلام کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کرتے تھے۔ مناظرے میں بھی ان کی بڑی شہرت تھی، عیسائیوں، آریوں، قادیانیوں اور علمائے احناف سے بھی مناظرے ہوئے۔ (صفحہ 111)

(9) مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی (م25 نومبر 1949ء)

ملک کی سیاسی تحریکوں میں بھی حصہ لیتے تھے اس کی پاداش میں انہیں قید و بند کے مراحل سے بھی گزرنا پڑا، ان کا سیاسی نقطہ نظر کانگرسی تھا، وہ کھدر کا لباس پہنتے تھے۔

تدریسی، تقریری اور مناظراتی سرگرمیوں کے علاوہ ان کی تصنیفی سرگرمیاں ہمیشہ زوروں پر رہیں۔ ایک حنفی عالم مولوی عمر کریم نے کتاب "الجرح علی البخاری" لکھی تو اس کے جواب میں "حل مشکلات بخاری" کے نام سے کتاب تصنیف کی۔

ایک کتاب انہوں نے "جمع القرآن والحدیث" کے نام سے تصنیف فرمائی۔ اس کتاب میں قرآن مجید اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جمع وتدوین کی وضاحت کی گئی ہے۔ (گلستان حدیث ص168)

(10) مولانا محمد علی جانباز (م13 دسمبر 2008ء)

مولانا محمد علی جانباز مشہور مدرس اور معروف مصنف تھے۔ انہوں نے جو کچھ لکھا، تحقیق سے لکھا اور

قارئین نے اس سے استفادہ کیا۔ وہ ایک خاص ذہن اور خاص مزاج کے اہل علم تھے اور ہماری رائے میں تقویٰ شعار بزرگ تھے۔ (انجاز الحاجہ شرح سنن ابن ماجہ (عربی) ان کا عظیم علمی کارنامہ تھا۔ (دبستان حدیث ص489)

(11) پروفیسر عبدالقیوم (م 8 ستمبر 1989ء)

(1) ہر شخص کے دل میں ان کا احترام تھا اور وہ واقعی قابل احترام شخصیت کے مالک تھے۔ احباب جبہ و دستار بھی ان کے قدر دان تھے اور جدید تعلیم یافتہ بھی ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مذہبی حلقوں میں اس داڑھی منڈے کو کچھ دوسری نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ جن کا تعلق محراب و منبر سے تھا۔ (قافلہ حدیث ص393)

(2) کثرت مطالعہ و معلومات کے ساتھ ان میں بڑی خوبی یہ تھی کہ مزاج میں انکسار تھا۔ فخر و تعلّی اور غرور و پندار کے کسی پہلو سے بھی آشنا نہ تھے۔ (صفحہ 395)

(3) مرحوم پروفیسر عبدالقیوم قدیم اور جدید کے درمیان حسین ترین نقطہ انصال تھے۔ (صفحہ 402)

(12) مولانا محمد صدیق کرپالوی فیصل آبادی (م 12 ستمبر 1989ء)

بلند حوصلہ اور جری عالم دین تھے۔ تصنیف میں ان کی ایک کتاب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی (ام کلثوم) سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح سے متعلق ہے، جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے بہ طیب خاطر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا تھا۔ اپنے موضوع کی یہ ایک تحقیقی کتاب ہے۔ (بزم ارجمنداں ص500)

(13) پروفیسر سید ابوبکر غزنوی (م 24 اپریل 1976ء)

(1) خطاب و تقریر میں ان کا مقام بڑا اونچا تھا۔ جس موضوع پر کچھ کہنا ہوتا اس کی پوری تیاری کر کے آتے تھے۔

(2) عربی زبان سے انہیں بے حد پیار تھا۔ بالخصوص جدید عربی سے وہ انتہائی دلچسپی رکھتے تھے اور دراصل یہی ان کا موضوع تھا۔

(3) نہایت باہمت اور خوددار اہل علم تھے۔ بعض اوقات خودداری اپنے اصل دائرے سے اور حد سے نکل جاتی تھی۔ (قافلہ حدیث ص 138' 140' 149)

(14) مولانا عبدالستار صدری دہلوی (م 29 اگست 1966ء)

نامور خطیب و مقرر تھے' خطابت میں ان کا شہرہ تھا۔ خطبہ مسنونہ کے بعد تقریر کا آغاز کرتے' تو مجمع میں خاموشی چھا جاتی اور دوران تقریر قرات و تجوید کے ساتھ آیات قرآنی کی تلاوت فرماتے تو سماں بندھ جاتا۔ تقریر اس درجہ اثر انگیز ہوتی کہ لوگ ہمہ تن گوش ہو جاتے۔ روانی' تسلسل' دلائل کی بھرمار' بات کہنے کا مثبت اسلوب اور تنقید کا مدلل انداز ان کی تقریر کے بنیادی اجزاء تھے۔ (کاروان سلف ص 154)

(15) صوفی نذیر احمد کاشمیری (م 5 دسمبر 1985ء)

صوفی صاحب خالق کائنات کی طرف سے مضطرب دل اور متحرک وجود لے کر اس دنیا میں آئے تھے۔ ان کا سینہ مسلمانوں کی ہمدردی سے بھرپور تھا اور ان کی روح انسانیت کی محبت میں بے چین رہتی تھی' وہ ہر جگہ کے مسلمانوں کے معاون اور ہر مقام میں بسنے والے مظلوم مسلمانوں کے حامی تھے۔ ان کا طریق عمل واضح کرتا تھا اور ان کا اسلوب حیات پکار پکار کر کہتا تھا۔

درویش قدامت ہوں ' شرقی ہوں نہ غربی
گھر مرا نہ دلی نہ سفاہاں نہ سمر قند

(قافلہ حدیث ص 199)

(16) حکیم عبدالمجید الہٰ آبادی (م 31 جنوری 1990ء)

مریض کو تسلی دینا اور اس کی پریشانی کو دور کرنا اس سے بہتر طریقے سے گفتگو کرنا اور اس کے دل کو حوصلہ دینا بہت بڑی نیکی اور بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔ اور حکیم عبدالمجید صاحب کا یہی معمول تھا۔ حکیم صاحب نے نہایت لگن اور شوق کے ساتھ طب کی خدمت کی۔ دن رات کے کسی حصے میں ان کے پاس مریض آیا' اسے دیکھا' مرض کی کیفیت دریافت کی اور دوا دی۔ حکیم صاحب واعظ' مقرر اور مدرس نہ تھے۔ لیکن کثیر المطالعہ شخص تھے اور معلومات کا دائرہ وسیع تھا اردو ادب سے بھی

لگاؤ تھا اپنے نیک اطوار اور صالحیت آشنا اسلاف کا صحیح نمونہ تھے۔ (قافلہ حدیث ص 407‘408‘410)

(17) مفتی محمد حسن امرتسری (م یکم جون 1961ء)

(1) حضرت مفتی محمد حسن صاحب دیو بند کے حلقہ اہل علم کے جلیل القدر عالم‘ اپنے عہد کے ممتاز معلم‘ صاحب دل اور صاحب تقویٰ بزرگ تھے۔

(2) نہایت صالح بہ درجہ غایت مخلص‘ انتہائی بلند کردار‘ بہت بڑے عالم‘ اور عظیم المرتبت انسان تھے۔

(3) حضرت مفتی صاحب حضرت الامام مولانا سید عبدالجبار غزنوی (م 25 رمضان المبارک 1331ھ) کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اس لئے ان کے خصوصی تعلقات حضرت الامام رحمہ اللہ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی سے تھے۔ مولانا سید داؤد غزنوی اکثر حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے اور ان کے ارشادات عالیہ سے مستفیض ہوتے تھے (عراقی)

بھٹی صاحب لکھتے ہیں؛

مفتی صاحب اپنے استاد زادہ مولانا داؤد غزنوی کے بارے میں اپنے حلقہ ارادت میں کہا کرتے تھے“

نہ تم میں سے کوئی میری بات سمجھتا ہے
اور نہ میں کسی کی بات سمجھتا ہوں صرف
مولانا داؤد غزنوی ہیں جو میری بات سمجھتے ہیں
اور جن کی بات میں سمجھتا ہوں“ (بزم ارجمنداں ص 301)

(18) خواجہ عبدالحیٔ فاروقی (م 8 جنوری 1965ء)

(1) خواجہ صاحب نہایت مخلص‘ ایثار پیشہ‘ ہمدرد اور بے غرض عالم تھے ان پر مالی کمزوری بھی مسلط رہی اور سیاسیات میں قید و بند کا سخت ترین دور بھی آیا۔ لیکن وہ ہر حالت میں صابر و شاکر اور بلند حوصلہ رہے۔ گھبراہٹ‘ پریشانی اور اضطراب کا کبھی ان کے گزر نہیں ہوا۔ (بزم ارجمنداں ص 453)

(2) خواجہ صاحب کا شمار عہد رفتہ کے ان لوگوں میں ہوتا تھا جو برصغیر کی تاریخ ارض پر چلتی پھرتی

تصویر تھے۔ انہوں نے بڑے بڑے لوگوں کو دیکھا اور ان کی رفاقت و ہم نشینی کا شرف حاصل کیا تھا۔ ان کے اندر علم و سیاست کا ایک جہان آباد تھا۔ (صفحہ 455)

(19) مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی (م 22 ستمبر 1979ء)

(1) بلاشبہ مولانا مودودی نے اپنی جماعت کی بہت خدمت کی' بالخصوص نوجوانوں کو ایک خاص اسلوب میں نظم و نسق کے سانچے میں ڈھالا۔ پھر انہیں پروپیگنڈے کے جس ڈھنگ سے روشناس کرایا۔ اس میں کوئی ان سے برابری کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ (ہفت اقلیم ص 73)

(2) مولانا کے لٹریچر سے بہت لوگ متاثر ہوئے اور ان کے فکر و خیال کی دنیا بدل گئی' نوجوانوں نے اس سے بالخصوص بہت اثر قبول کیا اور کالجوں اور یونیورسٹیوں کے ماحول میں نئی تبدیلیاں آئیں' ان تبدیلیوں میں ناخوشگوار معاملات نے جنم لیا اور کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اس لٹریچر سے متاثر طلباء دوسروں کو پریشان کرنے لگے اور دنگا فساد کی فضا پیدا ہوئی۔ (صفحہ 90)

(3) مولانا مودودی نے تصنیف و تالیف میں بڑی شہرت پائی' سیاسی اور اسلامی اعتبار سے ہنگامہ خیز زندگی بسر کی' ان کا انداز تحریر اور اسلوب بیان موثر اور عام فہم تھا اس لئے ان کی تصنیفات کے دائروں نے بے حد وسعت اختیار کی اور کئی زبانوں میں ان کے ترجمے شائع ہوئے نوجوان طبقے کو ان کی تحریروں نے بہت متاثر کیا۔ (صفحہ 131' 132)

(20) مفتی جعفر حسین (م 29 اگست 1983ء)

مفتی جعفر حسین ہر اس کمیٹی میں شامل رہے جو مشترکہ مقاصد کے حصول کی غرض سے ملک کے تمام مکاتب فکر (شیعہ' حنفی' اہلحدیث) سے تعلق رکھنے والے علماء و زعما پر مشتمل ہوتی۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں اسلامی نظریاتی کونسل سے استعفیٰ دے دیا کیونکہ وہ اس کی کارکردگی سے مطمئن نہیں تھے۔

مفتی صاحب بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ عربی' فارسی اور اردو پر یکساں قدرت حاصل تھی۔ کبھی کبھی خود بھی عربی میں شعر بھی کہتے تھے لیکن اپنے اشعار کو انہوں نے کہیں محفوظ نہیں کیا۔ (بزم ارجمنداں ص 522' 523' 526)

(21) میاں محمد شفیع (م ش) م (2 ستمبر 1993ء)

میاں محمد شفیع جوم ش کے قلمی نام سے معروف تھے۔ مشہور صحافی اور کالم نویس تھے' اپنے فقہی مسلک کی بات انہوں نے ایک مرتبہ مولانا داؤدغزنوی سے ان الفاظ میں کی کہ

''وہ اہل سنت والجماعت میں بریلوی مکتب فکر کے پیرو ہیں''

اوراس لحاظ سے دیوبندی مکتبہ فکر کے کسی حد تک ناقد ہیں۔

(بزم ارجمنداں ص530)

میاں محمد شفیع ہر مسلک کے اہل علم کو قابل احترام گردانتے تھے اور عالم دین کے لئے حضرت مولانا کا لفظ استعمال کیا کرتے تھے۔ (صفحہ 532)

(22) مولوی شمس الدین (م 11 جنوری 1968ء)

مولوی شمس الدین مسلم مسجد بیرون لوہاری دروازہ پرانی اور نئی کتابوں کی دوکان کرتے تھے۔ بہت شریف النفس' مہمان نواز' با اخلاق اور محبت کرنے والے انسان تھے۔ کتابوں کے حصول کے لئے اہل علم وادب ان کی دوکان پہ چکر لگاتے تھے۔ ان حضرات کے اسمائے گرامی کا احاطہ کرنا ممکن نہیں چند مشہور اساطین فن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

علامہ عبدالعزیز میمن راجکوٹی' سید حسام الدین راشدی' مولانا عطاء اللہ حنیف' مولانا غلام رسول مہر' مولوی ظفر اقبال' شیخ محمد اکرام' رئیس احمد جعفری' ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ' علامہ علاؤالدین صدیقی' سید ابو بکر غزنوی' مولانا محمد حنیف ندوی' شورش کاشمیری' مولانا سید محمد داؤد غزنوی' علامہ حسین میر کاشمیری' ڈاکٹر سید عبداللہ' حفیظ جالندھری' احسان دانش' مولانا کوثر نیازی' مولانا ابوالخیر مودودی' مولوی عبدالخالق قدوسی' مولانا ابو یحیٰی امام خاں نوشہروی' مولانا محمد بخش مسلم' مولانا محمد عبدہ' ڈاکٹر وحید قریشی' ممتاز حسن (صدر نیشنل بنک آف پاکستان) مولانا عبدالرحمان طاہر سواتی' حکیم عبدالرحیم اشرف' ڈاکٹر محمد ایوب قادری اور کئی دوسرے حضرات (نقوش عظمت رفتہ ص629 تا638)

راقم (عبدالرشید عراقی) بھی اپنے قیام لاہور کے دوران تقریباً ہر روز بعد نماز مغرب ان کی دوکان پر حاضری دیتا تھا۔